لسان المیزان

مولانا نورالرحمان ہزاروی

''وہ کتابیں اپنے آباء کی......'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور ماخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ علامہ حافظ ابن حجر کی شہرۂ آفاق کتاب ''لسان المیزان'' کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

کچھ حافظ ابن حجرؒ کے بارے میں

حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ آٹھویں صدی ہجری کے عظیم محدث اور فن اسماء الرجال کے عبقری امام ہیں، ان کی ولادت ۲۲ شعبان ۷۷۳ھ کو مصر میں ہوئی، انہیں زندگی کی کل اناسی (۷۹) بہاریں نصیب ہوئیں، ماہ ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو قاہرہ میں علم حدیث کا یہ آفتاب تاباں غروب ہوا۔ حافظ عراقیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو ان سے کسی نے دریافت کیا: ''من تخلف بعدك''، ''آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟'' انہوں نے فرمایا: ''ابن حجر، پھر میرا بیٹا ابوزرعہ اور اس کے بعد ہیثمی اور بس''۔ (طبقات الحفاظ للسیوطي: ص ۵۵۲)..... حافظ ابن حجرؒ نے اپنے شیخؒ کے اعتماد کو صحیح ثابت کر کے دکھایا اور ان کی جانشینی کا بھرپور حق اداء کرتے ہوئے اسلامی علوم خصوصاً علم حدیث کی عظیم اور لافانی خدمت کی، اپنی زندگی کا اکثر حصہ انہوں نے تصنیف وتالیف میں گذارا، تصنیف کی ابتداء انہوں نے ۷۹۶ھ میں کی اور پھر آخر عمر تک اس میں لگے رہے، اس دوران انہوں نے بیش بہا کتب تصنیف کیں، ان کے تذکرہ نگاروں کا ان کی تصانیف کی تعداد میں اختلاف ہے، علامہ سخاویؒ نے ان کی دوسو ستر (۲۷۰) کتابوں کے نام گنائے ہیں، جب کہ علامہ سیوطیؒ نے ایک سو اٹھانوے (۱۹۸)، علامہ برہان الدین بقاعیؒ نے ایک سو بیالیس (۱۴۲)، ابن العمادؒ نے تہتر (۷۳)، ابن تغری بردیؒ نے ستر (۷۰) سے زائد، ابن فہدؒ نے پچیس (۲۵)، حاجی خلیفہؒ نے تقریباً سو (۱۰۰)، خطیب بغدادیؒ نے سو (۱۰۰) سے زائد، علامہ کتانیؒ نے تقریباً ایک سو پچانوے (۱۹۵)، ''تغلیق التعلیق'' کے محقق سعید عبدالرحمن موسی نے ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) اور ڈاکٹر شاکر محمود عبدالمنعم نے دوسو بیاسی (۲۸۲) کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، مگر محقق قول یہ ہے کہ ان کی تصانیف کی تعداد دوسو نواسی (۲۸۹) ہے، جن میں سے بعض مطبوع ہیں، بعض تا حال مخطوطوں کی شکل میں ہیں اور کچھ دست بردِ زمانہ کی نذر ہو چکی ہیں۔ چونکہ علم حدیث کے ساتھ ان کا شغف اور لگاؤ عشق کی حد تک

تھا، اس لئے اکثر تصانیف ان کی علم حدیث اور اس سے متعلق علوم (مثلاً فن اسماء الرجال وغیرہ) میں ہیں، جن کی تعداد تقریباً ایک سوناسی (۱۷۹) ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''لسان المیزان''

زیرِ تبصرہ کتاب ''لسان المیزان'' بھی فن اسماء الرجال میں ہے، یہ اس فن میں نہایت اہم کتاب ہے، ضعیف راویوں کے بارے میں لکھی گئی تمام کتابوں میں یہ سب سے زیادہ جامع ہے ....قرّاء، شعراء، ادباء، کتّاب، لغویین، مؤرخین، محدثین، فقہاء، صوفیہ، زُھّاد، اطباء، حکماء، ذُلات، الوہیت، نبوت اور صحابیت کے جھوٹے دعویداروں، دجّالین، ساحرین، مدلّسین، مجہولین، وضّاعین، جہمیوں، روافض، معتزلہ، ملحد اور زندیق فلاسفہ......
غرض اس کتاب میں حافظ ابن حجرؒ نے ہر قسم کے راویوں کا تذکرہ کیا ہے، خواہ ان کا تعلق اسلامی دنیا کے کسی بھی کونے سے ہو، غربِ اندلس سے لیکر مشرق بعید تک کے تمام علاقوں مثلاً بخارا، سمرقند، جرجان، اصبہان، ہرات، خراسان، بغداد، بصرہ، کوفہ، مَوصل، نَسَف، ری، دمشق، مصر، اسکندریہ، افریقہ، اندلس وغیرہ سے تعلق رکھنے والے تمام اعلام کا انہوں نے اس کتاب میں احاطہ کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس میں ان تمام کتابوں کا مواد سمیٹا ہے، جو اس سے پہلے اس موضوع پر لکھی گئی ہیں اور صرف مواد کے سمیٹنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا، بلکہ ائمہ جرح وتعدیل کی آراء ذکر کرنے کے بعد نقد وتمحیص، ردوتوضیح اور موافقت ومخالفت کے ساتھ ان کا خوب تتبع بھی کیا ہے، جس کا مفصل بیان آگے آرہا ہے اِن شاءاللہ تعالیٰ۔ ''لسان المیزان'' حافظ ابن حجرؒ کی ان چار شاہکار تصانیف میں سے ہے، جن پر خود انہوں نے اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''لست راضیا عن شيء من تصانیفي؛ لأنّي عملتها في ابتداء الأمر، ثم لم یتسنّ لي تحریرها سوی "شرح البخاريّ"، و"المشتبه"، و "التهذیب"، و" اللسان......'' (فهرس الفهارس والأثبات: ۳۳۷/۱) بلکہ ''لسان المیزان' کے بارے میں تو انہوں نے یہاں تک فرمایا: ''لو استقبلتُ من أمري ما استدبرتُ، لم أتقیّد بالذهبيّ، ولجعلته کتابا مبتکراً''.
(الحافظ ابن حجر لعبد الستار الشیخ: ص ۳۷۱)

مدّتِ تالیف: حافظ ابن حجرؒ نے ''لسان المیزان'' کی تالیف میں سینتالیس سال سے زائد عرصہ لگایا، انہوں نے اس کی تالیف ۸۰۵ھ سے پہلے شروع کی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کے مایہ ناز شاگرد امام شہاب الدین بوصیریؒ نے ان سے ''لسان المیزان'' لکھی، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''ثم لازمني في حیاة شیخنا، فکتب عنّي "لسان المیزان"، و"النکت علی الکاشف......'' (إنباء الغمر: ۴۳۱/۸) بعد ازاں امام بوصیریؒ کے اس نسخہ پر حافظ زین الدین عراقیؒ نے اپنے ہاتھ سے یہ تعلیق لکھی: ''کتاب "لسان المیزان" تالیف الحافظ المتقن، الناقد الحجّة، شهاب الدین أحمد بن علي الشافعي الشهیر بابن حجر، نفع الله

بفوائده، وأمتع بعوائده" (الجواهر والدرر: ص۲۹۸، ۲۰۹) علامہ سخاویؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ۱۱شوال ۸۰۵ھ کی بات ہے، تب یہ نسخہ ان بے شمار تراجم سے خالی تھا، جو حافظ ابن حجرؒ نے بعد میں اس میں بڑھائے (الجواهر والدرر: ص۲۰۹) حافظ ابن حجرؒ اس کی تالیف سے جمادی الاولی ۸۵۲ھ کو فارغ ہوئے اور یہی ان کا سن وفات بھی ہے، اس وقت وہ قاہرہ میں تھے، البتہ اس کے بعد انہوں نے اسی سال کتاب میں کچھ مزید اضافے بھی کیے، جن میں ایک طویل فصل کا اضافہ بھی شامل ہے، جو اہل علم میں "تحرید" کے عنوان سے مشہور ہے، چنانچہ خود حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "فرغت منه في شهر جمادى الأولى سنة اثنتين وخمسين وثمان مائة بالقاهرة سوى ما ألحقته بعد ذلك وسوى الفصل الذي زدته من التهذيب." (لسان الميزان: ۷/۱۶۷)

"لسان المیزان" کی ترتیب

"لسان المیزان" دراصل حافظ ذہبیؒ کی "میزان الاعتدال" کا اختصار اور تلخیص ہے، جس کی اساس اور اصل امام ابن عدیؒ کی "الکامل في ضعفاء الرجال" ہے۔ "میزان الاعتدال" کا موضوع بحث ضعیف راوی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے شروع شروع میں "میزان الاعتدال" کو من وعن لکھنے کا ارادہ کیا، مگر اس کی طوالت کی وجہ سے انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا، کیونکہ حافظ ذہبیؒ نے "میزان" میں کم وبیش گیارہ ہزار ترپن (۱۱۰۵۳) راویوں کا تذکرہ کیا ہے، بعد ازاں انہوں نے سوچا کہ "میزان الاعتدال" میں سے ان تمام راویوں کو حذف کر دیا جائے، جن کی جملہ صحاح ستہ یا بعض میں روایتیں مذکور ہیں، کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے استخارہ کیا اور جب اطمینان قلب حاصل ہوگیا تو انہوں نے "میزان" میں صرف وہ راوی لکھے جو حافظ مزیؒ کی "تهذيب الكمال" میں نہیں تھے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس سے انہیں دو فائدے حاصل ہوئے (۱) اختصار اور اقتصار، کیونکہ زمانہ کوتاہ اور عمر کم ہے، (۲) "تهذيب الكمال" میں مذکورہ رجال چار قسم کے ہیں، (۱) موثوق اور قابلِ اعتماد ائمہ (۲) ثقہ مقبول راوی (۳) سیّیٴ الحفظ مگر غیر مطروح راوی (۴) متروک ومجروح راوی...... اگر ان رواۃ کے ذکر سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ یہ راوی فی الجملہ متکلم فیہ ہیں تو ان کے تراجم "تهذيب الكمال" میں تفصیلاً مذکور ہیں، لہٰذا ان کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں۔ (لسان الميزان: ۱/۴)...... غرض ان دو وجوہ کی بناء پر حافظ ابن حجرؒ نے "میزان الاعتدال" میں سے ان راویوں کے اسماء حذف کر دیے جو "تهذيب الكمال" میں مذکور تھے اور اس میں سے صرف ان راویوں کا انہوں نے تذکرہ کیا، جن سے حافظ مزیؒ کی "تهذيب الكمال" خالی تھی، ان راویوں کے تراجم کو انہوں نے اصل کتاب کا درجہ دیا۔ حافظ ابن حجرؒ کے شیخ حافظ عراقیؒ نے "میزان الاعتدال" پر "ذیل علی میزان الاعتدال" کے نام سے ایک ذیل لکھا ہے، جس میں انہوں نے حافظ ذہبیؒ کے اوہام پر تنبیہ کی ہے اور وہ تراجم ذکر کیے ہیں جو حافظ ذہبیؒ سے رہ گئے تھے، ان کی تعداد تقریباً سات سو نواسی (۷۸۹) ہے، ان میں سے اکثر "تهذيب الكمال" کے رجال ہیں..... حافظ ابن حجرؒ نے حافظ عراقیؒ کے اس ذیل کے یہ تمام تراجم بھی کتاب میں

ذکر کیے ہیں، ان تراجم کے لئے انہوں نے ''ذ'' کا رمز استعمال کیا ہے، مگر انہوں نے صرف ''میزان الاعتدال'' اور حافظ عراقیؒ کی ''ذیل علی میزان الاعتدال'' کے تراجم ذکر کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا، بلکہ حافظ ذہبیؒ اور ان کے شیخ حافظ عراقیؒ سے بڑی تعداد میں جو رجال چھوٹ گئے تھے، انہوں نے وہ بھی کتاب میں ذکر کیے، ان تراجم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وہ ''ز'' کا رمز استعمال کرتے ہیں، یہ رمز وہ صاحب ترجمہ کے نام کے پہلو میں اور کبھی کبھار اس کے اوپر لگاتے ہیں، ان اضافوں کی وجہ سے ''لسان المیزان'' میں مذکور تراجم کی تعداد پندرہ ہزار پانچ سو (۱۵۵۰۰) سے متجاوز ہوگئی، حافظ ابن حجرؒ ''میزان الاعتدال'' سے لئے گئے بعض تراجم پر جب کوئی اضافی کلام کرنا چاہتے ہیں تو حافظ ذہبیؒ کا کلام ختم ہونے کے متصل بعد ''انتھی'' لکھ دیتے ہیں، اس کے بعد اپنا کلام شروع کرتے ہیں، البتہ ''باب الکنی'' میں انہوں نے ''ص'' کا رمز اصل کتاب ''میزان الاعتدال'' کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا ہے اور جو تراجم رمز سے خالی ہیں، وہ خود ان کی جانب سے ہیں اور ''ذ'' کے رمز سے حسب سابق حافظ عراقیؒ کے ''ذیل علی میزان الاعتدال'' کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے کتاب کی ابتداء تسمیہ، حمد اور صلوۃ سے کی، بعد ازاں انہوں نے ایک مختصر سا مقدمہ تحریر کیا ،جس میں انہوں نے اختصار کے ساتھ تالیفِ کتاب کا سبب بیان کیا، پھر انہوں نے اصل کتاب ''میزان الاعتدال'' کا خطبہ ذکر کیا، خطبہ ذکر کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ''میزان الاعتدال'' میں مذکور کچھ فوائد اور ضوابط ایسے ہیں، جن کا ذکر خطبہ میں ہونا چاہئے تھا، مگر حافظ ذہبیؒ نے انہیں خطبہ میں ذکر کرنے کے بجائے کتاب کے اندر ذکر کیا ہے،..... حافظ ابن حجرؒ نے یہ تمام فوائد اور ضوابط خطبہ کے متصل بعد ذکر کیے، جن کی تعداد چار ہے، پھر انہوں نے دس فصول ذکر کیں، جن کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد انہوں نے الف سے لے کر یاء تک حروف تہجی کی ترتیب سے مجروح راویوں کے تراجم ذکر کیے، یہ حصہ ہندوستانی ایڈیشن کی ابتدائی چھ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے بعد انہوں نے ''باب الکنی'' کا عنوان باندھا، یہ حصہ کنیتوں کی ترتیب سے تراجم پر مشتمل ہے، اس میں بھی انہوں نے حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ کیا ہے، یہ حصہ ہندوستانی نسخہ کے تقریباً ایک سو چوبیس (۱۲٤) صفحات پر مشتمل ہے، بعد ازاں انہوں نے ''باب المبھمات'' کا عنوان باندھا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''قد أجحف المصنفؒ بھذا الباب أکثر ممّا أجحف بالکنی مع الاحتیاج إلی استیعابھا'' (لسان المیزان:۷/۱۲٤) یعنی حافظ ذہبیؒ نے ''باب المبھمات'' کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے، اتنی زیادتی انہوں نے کنیتوں کے ساتھ بھی نہیں کی، حالانکہ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ انہیں بالاستیعاب ذکر کیا جاتا، مگر انہوں نے باوجود شدید ضرورت کے صرف چند راویوں کے ذکر پر اکتفاء کیا، چنانچہ وہ راوی جو اپنے باپ کی نسبت سے مشہور ہیں، ''میزان الاعتدال'' میں ان کی تعداد چھیانوے (۹٦) ہے، چچا کی نسبت سے مشہور راویوں کی تعداد سات (۷) اور انساب کی تعداد پچپن (۵۵) ہے وھلمّ جرّاً۔ مگر حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تلافی کرتے ہوئے ان راویوں کو بالاستیعاب ذ

کیا ہے، اس باب کو انہوں نے تین فصول میں منقسم کیا ہے، پہلی فصل میں ان راویوں کا تذکرہ ہے، جو جگہ ،قبیلہ ،دادا،حرفت یا صناعت کی نسبت سے مشہور ہیں، اس میں بھی انہوں نے حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے، یہ فصل ہندوستانی نسخہ کے تقریباً اٹھارہ (۱۸) صفحات پر مشتمل ہے، دوسری فصل میں ان راویوں کا ذکر ہے، جو اضافت کے ساتھ مشہور ہیں مثلاً ابن آمين ،أخو محمد ،إمام مسجد بني حرام وغیرہ،اس فصل میں بھی انہوں نے حروف تہجی کی رعایت کی ہے، یہ فصل تقریباً اکیس (۲۱) صفحات پر مشتمل ہے، تیسری فصل القاب اور صفات کے بیان میں ہے، یہ فصل بھی حروف تہجی کی ترتیب سے ہے، جو تقریباً چار (۴) صفحات پر مشتمل ہے، واضح رہے کہ حافظ ذہبیؒ نے القاب اور صفات میں سے اکثر کو اسماء میں ذکر کیا ہے،.....حافظ ذہبیؒ نے خواتین کو ایک مستقل اور علیحدہ فصل میں ذکر کیا تھا، خواتین میں سے اکثر کا ذکر وہ مردوں کے ساتھ بھی کر چکے تھے، مگر حافظ ابن حجرؒ نے اس فصل کو حذف کرتے ہوئے خواتین کو اپنی شرط کے مطابق مردوں کے ساتھ ذکر کیا اور ان کے لئے علیحدہ سے فصل قائم نہیں کی ،بعدازاں انہوں نے ایک فصل قائم کرتے ہوئے فرمایا: ''فصل في تجريد الأسماء التي حذفتها من الميزان اكتفاءً بذكرها في تهذيب الكمال ''، یہ فصل اہل علم کے درمیان ''تجرید'' کے عنوان سے مشہور ہے، اس فصل میں انہوں نے وہ تمام تراجم ذکر کیے، جو ''میزان الاعتدال'' سے انہوں نے نہیں لیے تھے، کیونکہ وہ ''تهذيب الكمال'' میں مذکور تھے (لسان الميزان: ۱۶۷/۷)، یہ فصل آخر کتاب تک پھیلی ہوئی ہے، اس فصل میں بھی انہوں نے حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ کیا ہے.....حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دو فائدوں کے پیش نظر اس فصل کا الحاق کیا، پہلا فائدہ یہ ہے کہ کتاب ''لسان الميزان'' میں ان تراجم کا احاطہ ہو جائے جو ''ميزان الاعتدال'' میں مذکور ہیں اور کوئی ترجمہ اس میں سے رہنے نہ پائے، (۲) دوسرا فائدہ راوی کے بارے میں تحقیق کرنے والے کی اعانت ہے، اس طور پر کہ اگر کوئی شخص کسی راوی کے بارے میں معلومات چاہتا ہے تو وہ سب سے پہلے اصل کتاب ''لسان الميزان'' میں اسے تلاش کرے، اس میں نہ ملے تو اس فصل (تجريد) میں تلاش کرے، اس میں اسے ضرور مل جائے گا، اگر اس راوی کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کرنا چاہے تو ''تهذيب التهذيب'' دیکھ لے کہ اس میں حافظ مزیؒ کی ''تهذيب الكمال'' میں موجود راویوں کے حالات سے متعلق تمام مواد کچھ اضافوں کے ساتھ موجود ہے، اور اگر ''تهذيب التهذيب'' میسر نہ ہو تو پھر حافظ ذہبیؒ کی ''تذهيب التهذيب'' دیکھ لے کہ وہ اس باب میں بہترین کتاب ہے، اور اگر اس راوی کے بارے میں اسے ان کتابوں میں کچھ بھی نہ ملا تو سمجھ لے کہ وہ راوی یا تو ثقہ ہے یا مستور۔ (لسان الميزان: ۵۳۵/۷)

حافظ ابن حجرؒ نے اس فصل کے شروع میں فرمایا: ''جس راوی کے سامنے میں ''صح'' کا رمز لکھوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی پر بلا حجت کلام کیا گیا ہے۔ جس کے سامنے ''مخ'' کا رمز لگاؤں تو اس کا مطلب یہ ہے

کہ یہ راوی مختلف فیہ ہے، البتہ عمل اس کی توثیق پر ہے اور جس راوی کے سامنے "کذالك" کا رمز تحریر کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی "علی اختلاف مراتب الضعف" ضعیف ہے اور اگر کوئی راوی ایسا ہو جو حافظ ذہبیؒ کی "الکاشف" میں نہ ہو تو میں اس کا مختصر سا ترجمہ ذکر کردیتا ہوں، تاکہ اس سے وہ شخص فائدہ اٹھاسکے، جسے "تہذیب الکمال" میسر نہیں ہے" (لسان المیزان: ۱۶۷/۷) مگر عجیب بات ہے کہ ہمارے پیش نظر بعض نسخوں میں مذکورہ بالا رموز میں سے کوئی رمز بھی موجود نہیں ہے، پتہ نہیں ناشرین نے انہیں کیوں حذف کردیا؟ حالانکہ یہ رموز اس قدر اہم اور ضروری ہیں کہ ان کے بغیر یہ فصل بالکل بے فائدہ ہے........ "تجرید" ہی کے ذیل میں انہوں نے "کنی المتفرقات" کا عنوان باندھا، اس عنوان کے تحت انہوں نے حروف تہجی کی ترتیب سے متفرق کنیتوں کا ذکر کیا، یہ حصہ تقریباً اکتالیس (۴۱) صفحات پر مشتمل ہے، بعد ازاں انہوں نے "باب من عرف بأبيه" کے عنوان کے تحت حروف تہجی کی ترتیب سے ان راویوں کا تذکرہ کیا، جو اپنے والد کی نسبت سے مشہور ہیں، یہ حصہ تیرہ (۱۳) صفحات پر مشتمل ہے، اس کے بعد انہوں نے پانچ فصول قائم کیں، پہلی فصل میں ان راویوں کا تذکرہ ہے، جو اپنے چچا کی نسبت سے مشہور ہیں اور ان کے ناموں کی ابتداء "ابن أخي" سے ہوتی ہے، یہ فصل ایک صفحہ پر مشتمل ہے، دوسری فصل "انساب" کے بیان میں ہے، اس فصل میں بھی انہوں نے حسب سابق حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے، یہ فصل تقریباً انیس (۱۹) صفحات پر مشتمل ہے، تیسری فصل مجہول خواتین کے بیان میں ہے، یہ فصل تقریباً دس (۱۰) صفحات پر مشتمل ہے، چوتھی فصل حروف تہجی کی ترتیب سے خواتین کی کنیتوں کے بیان میں ہے، یہ فصل تقریباً چار (۴) صفحات پر مشتمل ہے، پانچویں فصل ان خواتین کے بیان میں ہے، جن کے نام معلوم نہیں ہیں اور وہ اپنے بیٹوں کی نسبت سے مشہور ہیں اور ان کے ناموں کے شروع میں "والدة" آتا ہے، یہ فصل تقریباً ڈیڑھ صفحہ پر مشتمل ہے، اس فصل کے اختتام پر حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا: "آخر التجريد، وفائدته أمران.... " (لسان المیزان: ۵۳۵/۷)، حافظؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ "تجرید" کا اختتام اس فصل پر ہوتا ہے۔

"لسان المیزان" کی علمی خدمات

"لسان المیزان" کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر کی وجہ سے اہل علم نے اس کی مختلف حوالوں سے خدمت کی ہے، خود حافظ ابن حجرؒ نے "تقویم اللسان" اور "تقریب اللسان" کے نام سے "لسان المیزان" کی دو تلخیصیں لکھیں، علامہ سخاویؒ نے بھی اس پر کچھ اضافے کیے ہیں، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں: "ولي عليه بعض زوائد". (الإعلان بالتوبيخ: ص ۵۸۷) علامہ سیوطیؒ نے بھی "زوائد اللسان على الميزان" کے نام سے اس پر ایک کتاب لکھی ہے (کشف الظنون: ۱۹۱۸/۲ _ ۱۹۱۷، ابن حجرؒ للدکتور شاکر عبدالمنعم :ص ۵۲۲، الإعلان بالتوبيخ: ص ۵۸۷، الذهبيّ ومنهجه للدكتور بشار عواد معروف :ص ۲۰۱) حافظ عبد

الرؤف بن علی مناویؒ نے ''المنتقی من لسان المیزان '' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں ''لسان المیزان '' میں مذکوران روایات کو بیان کیا گیا ہے، جو موضوع، منکراور متروک ہیں، حافظ مناویؒ نے ''الجامع الصغیر '' کی طرز پراسے مرتب کیا ہے، (خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادي عشر: ٢/٤١٤، فهرس الفهارس والأثبات: ٢/٥٦١، تحذير المسلمين: ص ٤١) محمد بن رجبؒ کی بھی'' لسان المیزان ''پر ''تحریر اللسان '' کے نام سے ایک کتاب ہے، یہ دو جلدوں میں ہے، مگر پہلی جلد ناپید ہے، عبدالرحمن بن ادریس بن محمد عراقی نے بھی ''اختصار اللسان '' کے نام سے اسکی ایک تلخیص لکھی ہے، جو ایک بہت بڑی جلد میں ہے. (الرسالة المستطرفة: ص ١٤٦)

بعض پیچیدہ رموز کا بیان

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ''لسان المیزان '' میں حافظ ابن حجرؒ نے رموز کا استعمال کیا ہے، جن میں سے اکثر کا مطلب ہم بیان کر چکے ہیں، البتہ دو رموز ایسے ہیں، جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، ایک رمز ''م '' ہے، یہ رمز حافظؒ نے اسماعیل بن احمد بن محمد بن احمد الحدّاد، اسماعیل بن ابی اسماعیل المؤدّب اور اسماعیل بن امیہ کے تراجم میں استعمال کیا ہے، اسی طرح دوسرا رمز ''ك '' ہے، یہ رمز بھی بعض تراجم میں انہوں نے استعمال کیا ہے مثلاً زید بن الحسن المصری کے ترجمہ میں یہ رمز استعمال ہوا ہے، معلوم نہیں ان دو رموز سے حافظؒ کا کس طرف اشارہ ہے، اگر کوئی صاحب اس کی وضاحت کر دے تو اس کے لئے دعاگو ہوں گے۔

بیانِ تراجم میں حافظؒ کا طریقۂ کار: بیانِ تراجم میں حافظؒ کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے صاحبِ ترجمہ کا نام ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے والد کا نام، دادا کا نام، لقب، کنیت، نسبت اور اس کے شیوخ وتلامذہ کا ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کی آراء ذکر کرتے ہیں، اگر کسی جارح کی رائے کے مقابلہ میں دیگر ائمہ کی تعدیلی آراء موجود ہوں تو انہیں ذکر کر کے راوی کا بھرپور دفاع کرتے ہیں، ورنہ توقف کرتے ہیں، نیز کبھی کبھار صاحبِ ترجمہ کا سن وفات بھی بیان کرتے ہیں اور اس کی روایت کردہ منکر روایات بھی ذکر کرتے ہیں، نیز اگر کوئی ثقہ راوی کسی ضعیف راوی کا ہم نام ہو تو برائے امتیاز اسے بھی ذکر کرتے ہیں۔

حافظؒ راویوں پر جرح کرتے وقت عدل وانصاف کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھتے ہیں، مذہبی تعصب سے اپنے آپ کو انتہائی بچا کر رکھتے ہیں، نقد میں تساہل کا مظاہرہ کرتے ہیں نہ تعنت سے کام لیتے ہیں، ان کی نظر میں اگر کوئی شخص ضعیف یا متکلم فیہ ہے تو اسے ضرور ذکر کرتے ہیں، خواہ وہ شافعی المسلک ہو، مالکی ہو، حنبلی ہو یا حنفی، اس سلسلے میں وہ کسی کی رعایت نہیں کرتے، مثلاً امام رازیؒ، جو شافعی المسلک ہیں، ان پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''لكنّه عريّ من الآثار، وله تشكيكات على مسائل من دعائم الدين، تورث حيرةً....وله كتاب

"السر المكتوم في مخاطبة النجوم"سحرٌ صريحٌ، فلعلّه تاب من تأليفه إن شاء الله تعالىٰ ".(لسان الميزان:٤/٤٢٦) .....واضح رہے کہ"السر المكتوم "امام رازیؒ کی کتاب نہیں ہے،اس کی نسبت ان کی طرف غلط ہے ، خود امامؒ نے اس کتاب سے اپنی بعض تصانیف میں براء ت کا اظہار کیا ہے۔(کشف الظنون:٢/٩٨٩)...احناف میں سے شمس الائمہ حلوانیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:"يتسهّل في الرواية".(لسان الميزان:٤/٢٥)امام طحاویؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:"قال البيهقي في "المعرفة"بعد أن ذكر كلاما للطحاوي في حديث مسّ الذكر، فتعقّبه،قال:أردت أن أبيّن خطأه في هذا،وسكت عن كثير من أمثال ذلك :فبيّن في كلامه أن علم الحديث لم يكن من صناعته ،وإنما أخذ الكلمة بعدالكلمة من أهله،ثم لم يحكمها ".(لسان الميزان:١/٢٧٧)حافظ ابن حجرؒ نے امام بیہقیؒ کی اس جرح پر کوئی تبصرہ نہیں کیا،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی امام بیہقیؒ کے موافق ہیں....عبدالعزیز بن الحارث تمیمی حنبلی ہیں،ان کے بارے میں حافظؒ فرماتے ہیں:"من رؤساء الحنابلة و أكابرة بغداد، إلّاأنه آذى نفسه ،ووضع حديثاً أو حديثين في مسند الإمام أحمد ".(لسان الميزان ٤/٢٦) .... احمد بن علی بن عون اللہ ابو جعفر اندلسی مالکی ہیں،ان کے بارے میں فرماتے ہیں:"قال الأبّار:....ولم يكن أحديدانيه في ضبط القراء ات وتجويدها ،وتصدر في حياة شيوخه، و اضطرب بأخرة ".(لسان الميزان ١/٢٣١)حافظؒ نے ابّار کا قول ذکر کرنے کے بعد اس پر کوئی نقد نہیں کیا،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ موافق ہیں.....غرض حافظ ابن حجرؒ نے رواۃ پر نقد کے سلسلے میں کسی کی کوئی رعایت نہیں کی،ان کی رائے میں اگر کوئی شخصیت مجروح ہے تو انہوں نے اسے ضرور ذکر کیا ہے،اگر چہ وہ خود ان کا ہم مسلک وہم مشرب ہی کیوں نہ ہو۔

"لسان الميزان" کا موضوع بحث اگر چہ مجروح اور ضعیف راوی ہیں،مگر بسا اوقات حافظ ابن حجرؒ ان ثقہ اور ثبت راویوں کا تذکرہ بھی کرتے ہیں،جن پر بعض ائمہ جرح وتعدیل نے جرح کی ہے،ان متکلم فیہ ثقہ راویوں کا تذکرہ کرنے سے ان کا مقصود ان کا دفاع کرنا ہے اور یہ بات ثابت کرنا ہے کہ ان کے بارے میں جارح کی جرح نا قابل التفات ہے،بطور مشتے نمونہ از خروارے چند مثالیں ملاحظہ ہوں،عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس رازیؒ کے ترجمہ میں وہ فرماتے ہیں:وما ذكرته لولا ذكر أبي الفضل السليماني له، فبئس ما صنع،فإنه قال:ذكر أسامي الشيعة من المحدثين الذين يقدمون علياًؓ على عثمانؓ : ،الأعمش ،النعمان بن ثابت ،شعبة ،عبد الرزاق،عبيدالله موسى،عبدالرحمٰن بن أبي حاتم ".(لسان الميزان:٣/٤٣٣,٤٣٢)زکریا بن یحیی بن داؤد الحافظ البصری کے دفاع میں فرماتے ہیں:"ولا يغترّ أحد بقول ابن القطّان ،فقد جازف بهذه المقالة...".(لسان الميزان ٢/٤٨٨)

اسی طرح کبھی کبھار وہ راویوں کا تذکرہ صرف اس بات کو بیان کرنے کے لئے کرتے ہیں کہ اس کی روایت

کردہ حدیث، ثقہ کی روایت کردہ حدیث کے مخالف ہے، مثلاً عثمان بن زائدہ، جو صحیح مسلم کے راوی ہیں، کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''عن نافع، حديثه غير محفوظ، روى عنه عبد الملك بن مهران، قاله العقيليّ وساق من طريق بقية عن عبدالملك بهذا الإسناد إلى ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه رفعه: ''السّرّ أفضل من العلانية، والعلانيّة أفضل لمن أرد الاقتداء''. (لسان الميزان ٤/ ١٤١)

حافظ ابن حجرؒ کے اوھام

حافظ ابن حجرؒ سے ''لسان الميزان'' میں بعض مقامات پر سہو ہوئے ہیں، اگر چہ ان کی تعداد نہایت کم ہے، مثلاً (۱) ''ميزان الاعتدال'' میں عُطَی بن مجدی الضَمری کے ترجمہ میں حافظ ذہبیؒ نے فرمایا: ''عُطَيّ بن محدي الضّمري، من أبناء الصحابة. قال البخاريّ: لم يصّح حديثه، روى عنه أبو المفرّج'' (ميزان الاعتدال: ٣ / ٨٠) اس پر رد کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ ابو المفرّج، عُطَی بن مجدی ضَمری سے روایت نہیں کرتے، بلکہ ابو المفرّج تو عُطَی سے روایت کرنے والے محمد بن سلیمان بن المسمولی ہیں، جو کہ ضعیف ہیں۔ (لسان الميزان: ٤/ ١٧٦) ..... یہاں حافظ ابن حجرؒ کو وہم ہوا ہے، حافظ ذہبیؒ کی بات درست ہے، خود حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''الكنى'' (۴/۲/۲۵) میں اسے تسلیم کیا ہے، ان کی عبارت ملاحظہ ہو: ''أبو المفرّج ابن عُطَيّ بن محدي الضّمري، عن أبيه، عن جدّه، روى عنه المسمولي''، امام بخاریؒ کا بھی یہ خیال ہے، وہ فرماتے ہیں: ''عُطَيّ بن محدي الضّمري، عن أبيه، روى عنه ابنه أبو المفرّج، لم يصح حديثه'' (التاريخ الكبير: ٤/ ١ / ٨٩) ......واضح رہے کہ ''ميزان الاعتدال'' کے محمد علی البجاوی والے نسخے اور ''لسان الميزان'' کے ہندوستانی ایڈیشن میں ''ابو المفرّج'' کی جگہ ''ابو الفرج'' مذکور ہے، مگر یہ صحیح نہیں، صحیح ''ابو المفرّج'' ہے، اس کے لئے ملاحظہ فرمائیں ''الإصابة في تمييز الصحابة: ٣/ ٣٦٤, التاريخ الكبير: ١/ ٨٩ , كتاب الكنى لابن حجرؒ: ٤/ ٢/ ٧٥''.

(۲) حافظ ابن حجرؒ نے ''لسان الميزان'' میں بعض مقامات پر دو راویوں کو ایک ہی قرار دیا ہے، حالانکہ وہ خود ''تبصير المنتبه'' میں دونوں کو الگ الگ راوی قرار دے چکے ہیں، اور یہی وہم حافظ ذہبیؒ کو بھی ہوا ہے، مثلاً حُبیب بن النعمان الأسدی کے ترجمہ میں حافظ ذہبیؒ نے فرمایا: ''له عن أنس بن مالك، وخريم، أو أيمن بن خريم. قال عبد الغني بن سعيد: له مناكير'' (ميزان الاعتدال: ١/ ٤٥٧) اس پر حافظ ابن حجرؒ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ''بظاہر حُبیب بن النعمان الأسدی سے وہی مراد ہیں، جو خُریم بن فاتک سے روایت کرتے ہیں یعنی حَبیب بن نعمان الأسدی، اور ان دونوں کے درمیان فرق کرنا اور دونوں کو علیحدہ علیحدہ قرار دینا درست نہیں ہے، جس طرح کہ حافظ ذہبیؒ نے ''المشتبه'' میں دونوں کو علیحدہ علیحدہ قرار دیا اور فرمایا'' وهذا هو غير حَبيب بن

نعمان الأسدي ،عن خريم بن فاتك ''(المشتبه:۱/ ۲۱۵) بلکہ یہ دونوں ایک ہی ہیں اوران کے درمیان فرق کرنا محلِ نظر ہے۔(لسان المیزان : ۲/۱۷۵، ۲/۱۷۴) .... یہاں بھی حافظ ابن حجرؒ کو وہم ہوا ہے اوراس سلسلے میں صحیح بات وہی ہے، جو حافظ ذہبیؒ نے ''المشتبه'' میں کہی ہے،خود حافظ ابن حجرؒ نے بھی ''تبصير المنتبه '' میں اس کو تسلیم کیا ہے،ان کی عبارت ملاحظہ ہو:'' وبا لتصغير :حُبيب بن نعمان ،عن أنس ،له مناكير ،وليس هو حَبيب بن نعمان الأسدي الرّاوي عن خُريم بن فاتك،فإن ذاك بالفتح ،وهو ثقة ''.(تبصير المنتبه:۱/۴۹۷)ابن ناصرالدینؒ نے بھی دونوں کو علیحدہ علیحدہ قرار دیا ہے.(توضيح المشتبه: ۳/ ۱۰۰) مزید تفصیل کے لئے دیکھیں:'' الإكمال لابن ماكولا: ۲/۲۹۴ ,المؤتلف والمختلف لعبد الغني الأزدي:ص۴۷ ،خلاصة للخزرجي:ص۷۲ ,الكاشف :۱/۳۰۹ ,المغني للذهبي:۱/۱۴۹ ,تقريب التهذيب :۱/۱۵۱ , رجال ابن ماجه:ص۷۱ ,تهذيب التهذيب:۲/۱۹۲ ,الثقات لابن حبان:۶/۱۷۸''.

(۳)اسی طرح حافظ ابن حجرؒ سے علامہ یاسوفیؒ کا تخطئہ کرتے ہوئے وہم ہوا ہے،جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ حافظ ابن حجرؒ زهدم بن الحارث الغفاری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:'' وقد ذكر الذهبيؒ ليحيى بن زهدم بن الحارث الغفاريّ ترجمة، ونقل فيها عن ابن عديّ أنه قال:لابأس به،وأهمل ذكر زهدم والحارث ،وأحدهما موضع الرِّيبة، ذكره الياسو في في "حاشية له على الميزان"ولم يصب في استدراكه ؛فإن الذهبيؒ ذكره كما ترى عقِب الطائيّ،لكنه قال :مكيّ ،ولم يقل :الغفاريّ،ولا منافاة بينهما،فهو مكيّ وهو غفاريّ''(لسان الميزان:۲/۴۹۱) .... اس مقام پر یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ امام ابن عدیؒ کا قول''لا بأس به'' زهدم بن الحارث المکی کی طرف راجع ہے یا زهدم بن الحارث الغفاری کی طرف،تو علامہ یاسوفیؒ نے اس کا استدراک کرتے ہوئے اس کو زهدم بن الحارث المکی کی طرف راجع قرار دیا اور زهدم بن الحارث الغفاری کو علیحدہ شخصیت قرار دیتے ہوئے اس کا مستقل ترجمہ ذکر کیا،مگر حافظ ابن حجرؒ نے علامہ یاسوفیؒ کا تخطئہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مکی اور غفاری دونوں ایک ہی ہیں،ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے....مگر حافظ ابن حجرؒ کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ زهدم بن حارث الغفاری بصری ہیں اور وہ تابعی ہیں، جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ،حضرت عمر بن عمیرہؓ،حضرت اهبانؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں۔(التاريخ الكبير:۲/۱/۴۴۸ ،لسان الميزان:۶/۲۵۵) جب کہ زهدم بن الحارث المکی اتباع تابعین (جیسے ابن عیینہ، حفص بن غیاث وغیرہ) سے روایت کرتے ہیں،التاریخ الکبیر کے محقق زهدم بن الحارث الغفاری کے ترجمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:'' وقد سقناه بحرفيّته ليتضح أن دعوى الحافظ ابن حجرؒ من أن المكيّ والغفاريّ واحدٌ ،غير صحيح ''(التاريخ الكبير:۲/۱/۴۴۸)

نقل میں حافظؒ کی امانت

حافظ ابن حجرؒ ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال جن کتابوں سے نقل کرتے ہیں، تو ان کا حوالہ اور قائل کا نام ضرور ذکر کرتے ہیں، اس سلسلے میں وہ امانت کا خوب اہتمام کرتے ہیں اور جن حضرات نے ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال بغیر قائل کا نام اور کتاب کا حوالہ دیئے ذکر کیے ہیں، ان کی خوب مذمت اور تنقید کرتے ہیں، اور اسے علمی خیانت قرار دیتے ہیں، مثلاً خالد ابن انس کے ترجمہ میں حافظ ذہبیؒ نے ایک قول ذکر کیا ہے، مگر اس کی نسبت کسی قائل کی طرف نہیں کی، جس سے یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ یہ خود حافظ ذہبیؒ کا قول ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس پر حافظ ابن حجرؒ، حافظ ذہبیؒ پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وقد كرّر الذهبيّ في هذا الكتاب إيراد ترجمة الرجل من كلام بعض من تقدّم ،فترةً يورده كما هو ،وتارةً يتصرف فيه ،وفي الحالين لا ينسبه لقائله ،فيوهم أنه من تصرفه،وليس ذلك بجيد منه،فإن النفس منه إلى كلام المتقدمين أميل و أشدر كونا،والله الموفق''.(لسان الميزان ۲/۳۷۳)

وہ مصادر جن سے حافظؒ نے استفادہ کیا

حافظ ابن حجرؒ نے ''لسان المیزان'' کی تالیف میں چارسو (۴۰۰) سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا، ان میں کتب رجال، کتب حدیث، کتب عقائد وفرق، کتب تصوف وزہد، فقہ، اصول فقہ اور احکام کی کتب اور کتب ادب ولغت شامل ہیں، ائمہ جرح وتعدیل کی جن کتب سے انہوں نے استفادہ کیا ان میں یحییٰ بن معینؒ کی ''الضعفاء'' اور ''التاريخ''، ابن المدینیؒ اور ابوحفص الفلاسؒ کی ''الضعفاء''، امام برقیؒ کی ''الضعفاء''، امام بخاریؒ کی ''الضعفاء الكبير'' اور ''الضعفاء الصغير''، ابوزرعہ رازیؒ کی ''أسامي الضعفاء''، ابوداؤد سجستانیؒ کی ''سؤالات الآجري''، امام نسائیؒ کی ''الضعفاء والمتروكين''، امام ساجیؒ کی ''الضعفاء''، ابن الجارودؒ کی ''الضعفاء''، امام دولابیؒ کی ''الضعفاء''، امام عقیلیؒ کی ''الضعفاء الكبير''، ابن ابی حاتم رازیؒ کی ''الجرح والتعديل''، ابوالعرب افریقیؒ کی ''الضعفاء''، ابونعیم جرجانیؒ کی ''الضعفاء الكبير''، ابن حبان بستیؒ کی ''المجروحين''، ''الثقات''، ''الذيل على الضعفاء'' اور ''الزيادات''، ابن عدیؒ کی ''الكامل في الضعفاء''، ابو الفتح ازدیؒ کی ''الضعفاء''، امام دارقطنیؒ کی ''الضعفاء والمتروكين''، اور ''سؤالات السهمي والحاكم والبرقاني والسُّلمي''، امام حاکم نیشاپوریؒ کی ''الضعفاء''، ابونعیم اصبہانیؒ کی ''الضعفاء''، ابن طاہرؒ کی ''الضعفاء''، یوسف شیرازیؒ کی ''الضعفاء''، ابن جوزیؒ کی ''الضعفاء والمتروكين''، امام صاغانیؒ کی ''الضعفاء''، ابن النباتیؒ کی ''الحافل''، حافظ ذہبیؒ کی ''ميزان الاعتدال''، علامہ یاسوفیؒ کا ''حاشية على الميزان'' اور حافظ عراقیؒ کی ''ذيل على ميزان الاعتدال'' شامل ہیں۔

ائمہ جرح وتعدیل پر حافظ ابن حجرؒ کا نقد

حافظ ابن حجرؒ نے ''لسان الميزان'' میں ائمہ جرح وتعدیل کی کتب سے صرف مواد سمیٹنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا،

بلکہ جہاں انہیں کوئی قول خلاف تحقیق لگا وہاں انہوں نے قائل پر خوب مدلل نقد کیا ہے، خواہ قائل کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو، مثلاً اسماعیل بن قیس کے ترجمہ میں ابوزرعہ رازیؒ پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: '' و العجب من أبي زرعة حيث أدخل حديثه في فوائده ،ولا يعجبني حديثه '' (لسان الميزان: ۱/ ۴۳۰)..... ایوب بن ابی خالد خیاط کے ترجمہ میں ابوحاتم رازیؒ پر ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' ذكره ابن أبي حاتم ،وقال :"قال أبي :لاأعرفه ". قلت :وقد ذكرهی ابن حِبّان في "الثقات"،وقال: اسم أبي خالد يزيد بن حكيم من أهل المدينة ،يروي عن عمارة بن غزية. '' (لسان الميزان: ۱/ ۳۷۹،۳۷۸)....... زکریا بن یحییٰ بن الخطاب کے ترجمہ میں ابوجعفر عقیلی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' وقد قدمت أن العقيلي إنما يضعّف أحيانا بالمخالفة في الإسناد أو الإغراب كهذا ''.(لسان الميزان: ۲/ ۴۸۹).... زرعہ بن ابراہیم دمشقی زبیدی کے ترجمہ میں امام ابن حبان بُستیؒ کے تناقضات پر یوں نقد کرتے ہیں: '' قال ابن حبّان :يروي عن عطاء وخالد بن اللجلاج العامري. روى عنه سعيدبن أبي هلال ومحمد بن سعيد بن شابور،وهو الذي يروي عنه بقيّة،ويقول :"حدّثني الزبيدي ،يجب أن يعتبر حديثه من غير رواية بقيّة عنه،وذكره أيضاً في "الثقات"فتناقض. '' (لسان الميزان: ۲/ ۳۷۵).... یزید بن یزید بلوی موصلی کے ترجمہ میں اس کی حدیث کو صحیح قرار دینے امام حاکمؒ پر کڑی تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' وما كنت أحسب أن الجهل يبلغ بالحاكم إلى أن يصحّح هذا. '' (لسان الميزان: ۶/ ۲۹۷).... احمد بن علی بن اسلم کے ترجمہ میں ابن حزمؒ پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' وهذه عادة ابن حزم ،إذالم يعرف الراوي يُجهّله ،ولو عبّر بقوله: لاأعرفه لكان أنصف ،لكنّ التوفيق عزيز ''.(لسان الميزان: ۱/ ۲۳۱)..... مقدمۂ کتاب میں علامہ ابن جوزیؒ پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' ومن عيوب كتابه۔ يعني ابن الجوزي۔أنه يسردالجرح ويسكت عن التعديل ''.(لسان الميزان ۱/ ۹) یہ قول اگرچہ حافظ ذہبیؒ کا ہے، مگر حافظ ابن حجرؒ کا اسے بغیر نقد کے نقل کرنا ان کی موافقت ورضا پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں حسین بن ابراہیم کے ترجمہ میں علامہ ابن جوزیؒ پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' والعجب أن ابن الجوزي يتّهم الجُوزَقاني لوضع هذا المتن على هذا الإسناد ،ويسوقه من طريقه الذي هو عنده مركب،ثم يعليه بالإجازة عن علي بن عبيدالله،وهو ابن الزاغوني عن علي بن بندار،وهو ابن البسري '' (لسان الميزان: ۲/ ۲۷۰)..... یوسف بن الحسن بن المطهر الحلّي الرافضی کے ترجمہ میں علامہ ابن تیمیہؒ کے تشدّد پر نقد کرتے ہوئے فرمایا: '' ....ردّ۔في ردّه۔ كثيراً من الأحاديث الجياد التي لم يستحضر حالة التصنيف مظانّها...وكم من مبالغة لتوهين كلام الرافضيّ أدّته إلى تنقيص علي ۔رضي الله عنه ۔وهذه الترجمة لاتحمل إيضاح ذلك وإيراد أمثلته '' (لسان الميزان: ۶/ ۳۱۹)

حافظ ذہبیؒ پر نقد

'' لسان الميزان '' میں اکثر مقامات پر حافظ ابن حجرؒ نے حافظ ذہبیؒ کا تعقب کیا ہے، ان تعقبات کی نوعیتیں

مختلف ہیں، مثلاً کبھی حافظ ذہبیؒ کی عبارت کے اختتام پر وہ مزید کلام کرتے ہیں تاکہ صاحب ترجمہ کی جن حضرات نے توثیق یا جرح کی ہے، اس کی مزید وضاحت ہو جائے، کبھی تو وہ اس میں حافظ ذہبیؒ کی موافقت کرتے ہیں اور کبھی ان سے اختلاف کرتے ہیں، کبھی یہ تعقب اس طرح کا ہوتا ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے کسی کا قول ذکر کیا ہوتا ہے، مگر قائل اور کتاب کا نام نہیں ذکر کیا ہوتا، حافظ ابن حجرؒ علمی امانت کا لحاظ رکھتے ہوئے قائل اور کتاب دونوں کا نام ذکر کر دیتے ہیں، مثلاً یوں کہتے ہیں: ''هذه عبارة يحيى بن معين،.... وهذه الترجمة مأخوذة من كلام العقيلي''........وهذا أخذه من كلام الجُوزَقاني في كتاب الأباطيل...وهذا اختصره المؤلف من كلام الخطيب...وهذا الكلام جميعه كلام ابن القطان في "أوهام الأحكام" له......'' اسی طرح کبھی یہ تعقب اس طرح ہوتا ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے ایک حدیث کی طرف اشارہ ہی کر دیا مگر حدیث ذکر نہیں کی، حافظ ابن حجرؒ وہ حدیث ذکر کر کے اس کی سند کا درجہ ذکر کر دیتے ہیں، صاحب ترجمہ سے متعلق کوئی اشکال ہو اس کی وضاحت کرتے ہیں، کبھی کبھار صاحب ترجمہ کے نام کی تصویب کرتے ہیں، یا حافظ ذہبیؒ نے اگر کسی کے بارے میں ''لا أعرفه'' کہا ہو، تو حافظ ابن حجرؒ اس راوی کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ذکر کر دیتے ہیں، جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ راوی مجہول نہیں ہے، اگر حافظ ذہبیؒ سے کسی ترجمہ کے بیان میں اختصار ہوا ہو تو اسے تفصیل سے بیان کرتے ہیں، اسماء میں تصحیف اور تحریف کو بیان کرتے ہیں، صحابہ کرامؓ اور ان کے ناموں کے پہچاننے میں حافظ ذہبیؒ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں، انہیں بیان کرتے ہیں، حافظ ذہبیؒ پر جن ناموں میں خلط ہوا اسے کھول کر بیان کرتے ہیں، حافظ ذہبیؒ نے کسی کلام کی نسبت قائل کی طرف نہیں کی، تو ان پر خوب نقد کرتے ہوئے قائل کا نام بتاتے ہیں، حافظ ذہبیؒ کے تناقضات اور مصادر سے نقل کرنے میں ہونے والی لغزشوں کو بیان کر کے ان کی تصویب کرتے ہیں، حافظ ذہبیؒ پر حافظ ابن حجرؒ کے کچھ انتقادات ملاحظہ ہوں: احمد بن علی بن صدقہ کے ترجمہ میں وہ حافظ ذہبیؒ پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ حافظ ذہبیؒ نے احمد بن علی بن صدقہ اور احمد بن علی بن مہدی الرقی کو دو علیحدہ علیحدہ افراد قرار دیتے ہوئے ہر ایک کے لئے الگ الگ مستقل ترجمہ ذکر کیا، حالانکہ یہ دونوں ایک ہی ہیں اور اسی وجہ سے میں نے ان دونوں کو ایک ہی ترجمہ میں جمع کیا ہے، ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ''جعلهما المؤلف ترجمتين، فجعلتهما.'' (لسان الميزان: ۱/۲۲۲) ......حافظ ذہبیؒ نے ''میزان الاعتدال'' کے مقدمہ میں یہ شرط ذکر فرمائی ہے کہ وہ کتاب میں صحابہ کرامؓ کی جلالت کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کریں گے، ان کی عبارت ملاحظہ ہو: ''من الصحابة، فإني أسقطهم لجلالة الصحابة و لاأذكرهم في هذا المصنف ''(مقدمہ میزان الاعتدال: ص ۲) مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنی کتاب میں نہ صرف بعض صحابہ کرامؓ کا تذکرہ کیا، بلکہ انہیں پہچاننے سے بھی انکار کر دیا، حالانکہ خود انہوں نے اپنی بعض کتابوں میں ان کا ذکر بھی کیا ہے، اس پر حافظ ابن حجرؒ نے ان کا زبردست تعقب کیا

ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں، ''حضرت عبداللہ بن جرارؓ'' کا ترجمہ ذکر کرنے پر حافظ ذہبیؒ پر حافظ ابن حجرؒ نے نقد کرتے ہوئے فرمایا:''وما أدري لِمَ ذكره المؤلف ...على قاعدته من أنه لايذكر الصحابة''(لسان الميزان:٣/٢٦٦)...... حضرت اغر غفاریؓ کو حافظ ذہبیؒ نے تابعی قرار دیا، اس پر نقد کرتے ہوئے حافظؒ نے فرمایا:''وهذا صحابيٌّ، ذكره البغويّ، والطَّبَراني، وابن مَندة وغيرهم في الصحابة .... وقد اشترط أنه لايذكر الصحابة، فدهل في ذكر هذا.''(لسان الميزان:١/٤٦٤)....... حضرت بشر بن عصمہ مزنی کے بارے میں حافظ ذہبیؒ نے صیغۂ ضعف کے ساتھ فرمایا:''يقال:له صحبة .....''اس پر رد کرتے ہوئے حافظؒ نے فرمایا:''وقول المصنف :يقال :له صحبة،عجيب ،فماأعلم أحدا صنّف في أسماء الصحابة إلّاوقد ذكره.''(لسان الميزان٢/٢٦) اس کی کچھ مثالیں ہم''ميزان الاعتدال''کے تعارف کے ذیل (شمارہ۳ بابت ماہ ربیع الاول) میں بھی بیان کر چکے ہیں۔ زرارہ بن ابی الجلال العتکی کا ترجمہ ذکر کرنے پر حافظ ذہبیؒ پر نقد کرتے ہوئے فرمایا:''وما أدري لِمَ ذكره ،فإنه ليس من شرط هذا الكتاب،ولو يذكر كل من لم يجد فيه توثيقاً ،ولوروى عنه جماعة ،لفاته خلائق.''(لسان الميزان:٢/٤٧٤) حافظ ذہبیؒ نے اپنی کتاب میں کبار اہل علم وفضل کو ذکر کیا ہے، حالانکہ ان کا ذکر ان کی شرط کے خلاف ہے، اس پر بھی حافظؒ نے ان پر خوب نقد کیا ہے، مثلاً حسین بن فضل بجلی کوفی (جو علامہ اور مفسر ہیں) کا ترجمہ ذکر کرنے پر حافظ ذہبیؒ پر یوں نقد کرتے ہیں:''وما كان لذكرهذافي هذاالكتاب معنىً ،فإنه من كبارأهل العلم والفضل.......''(لسان الميزان٢/٣٠٨،٣٠٧)

اسحاق بن ناصح کے ترجمہ میں علامہ ابن جوزیؒ سے بلا تحقیق نقل کرنے پر حافظؒ نے حافظ ذہبیؒ پر یوں نقد کیا ہے:''وقد وقع للمؤلف هُناوَهم عجيبٌ تبع فيه ابنَ الجوزي ،وذلك أن قول أحمد المذكور إنما هوفي إسحاق بن نجيح الملطي،وقد أعاده المؤلف في ترجمةإسحاق بن نجيح على الصواب ،وسبب الوهم أوّلاً:فيه أن ترجمة ابن ناصح في كتاب ابن أبي حاتم تلي ترجمة ابن نجيح ،فانتقل بصر الناقلّ من ترجمة إلى ترجمة ،والله أعلم.''(لسان الميزان:١/٣٧٦)

اسماعیل بن زریق کے ترجمہ میں حافظ ذہبیؒ کے خیال کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''بصريّ،له عن أبي داؤد النخعي ،قال أبو حاتم :كذّاب. قلت:كأنه الأول. انتهى (كلام الذهبي) وهو ظنّ مُخطِئٌ ،بل هو غيره قطعاً، فقد فرّق بينهما ابن أبي حاتم.''(لسان الميزان١/٤٠٥)

حافظ ذہبیؒ نے محدثین پر بہت زیادہ طعن کرنے والوں کا ذکر''ميزان الاعتدال''میں نہیں کیا، مگر سیف الدین آمدی شافعیؒ کا ذکر کیا ہے، اس پر اسماعیل بن علی بن حسین رفاء حنبلی کے ترجمہ میں حافظؒ نے نقد کرتے ہوئے فرمایا:''وكان كثير الحط على أهل احديث،والعجب من ترك المؤلف لذكره في كتابه هذا مع ذكره

لسيف الآمديّ''۔(لسان الميزان: ١/٤٢٤)۔

حافظ ذہبیؒ بسا اوقات ایک شخص کے وجود کا انکار کردیتے ہیں، مگر دوسرے مقام پر اسی شخص کے وجود کا جزماً قول کرتے ہیں، اس پر بھی حافظؒ نے ان پر نقد کیا ہے، مثلاً اسماعیل بن محمد بن مجمع کے ترجمہ میں حافظؒ نے ان پر نقد کرتے ہوئے فرمایا:''والعجب أن المصنف أنكر في ما تقدم أن يكون إسماعيل بن إبراهيم بن مجمّع له وجود ،فقال في ترجمته :لعله إبراهيم بن إسماعيل :فكيف يجزم به هُنا''.(لسان الميزان: ١/٤٣٤)

حافظ ذہبیؒ کو'' ميزان الاعتدال ''میں بعض مقامات پر راویوں کے ناموں میں وہم ہوا ہے، حافظؒ نے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی تصویب بھی کی ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں، سری بن عبدالحمید کے نام میں حافظ ذہبیؒ کو اشتباہ ہوگیا، جس کی نشاندہی کرتے ہوئے حافظؒ نے فرمایا:''وهذا غلط ،و الصواب :عبدالحميد بن السري،فانقلب .''(لسان الميزان:٣/١٣)..... یعقوب بن ابراہیم جرجانی کے نام میں ان کو اشتباہ ہوا، جس کی تصویب کرتے ہوئے حافظؒ نے فرمایا:'' وهذا من الأوهام العجيبة،وهو غلط نشأ عن تصحيف وانقلاب،والصواب إبراهيم بن يعقوب الجُوزجاني لاالجرجاني''. (لسان الميزان:٦/٣٠٢)

اگر''لسان الميزان ''میں حافظ ذہبیؒ اور دیگر ائمہ جرح وتعدیل پر حافظ ابن حجرؒ کے انتقادات اور تعقبات کا بالاستیعاب ذکر کیا جائے تو ضخیم کتاب بن جائے گی، مگر مضمون کا دامن تنگ ہونے کے باعث ہم نے چند مثالوں پر اکتفاء کیا ہے۔

کتاب کے ایڈیشن

اس وقت ہمارے پیش نظر اس کتاب کے تین مطبوعہ نسخے ہیں، ایک نسخہ وہ ہے، جو حیدرآباد دکن سے''مطبعة دائرة المعارف ''نے چھاپا ہے، یہ نسخہ مولانا سید یوسف حسینی قادریؒ اور''مطبعة دائرة المعارف ''کے مدیر مولانا امیرالحسنؒ کے زیر اہتمام مولانا حسن نعمانیؒ کی مفید تعلیقات کے ساتھ چھپا ہے، مولانا حسن نعمانیؒ نے ان تعلیقات میں اعلام کے ضبط اور ان کی تحقیق اور بعض غوامض کی وضاحت کا اہتمام کیا ہے، نسخہ وغیرہ کی تصحیح ان کے ساتھ مولانا محمد شریف الدین حیدرآبادیؒ اور مولانا سید ابوالحسنؒ نے بھی تعاون کیا ہے، یہ نسخہ سات (۷) جلدوں پر مشتمل اور اغلاط سے بھرپور ہے، ہر صفحہ میں ایک ،دو یا تین غلطیاں ضرور ہیں، بہت سے تراجم بھی بالکلیہ ساقط ہیں، مثلاً عبداللہ بن جعفر مقدسی خزاعی، عبداللہ بن سمرہ اسدی اور عبداللہ بن ابی عبدالرحمن کے تراجم اس ایڈیشن میں بالکل نہیں ہیں، بعض تراجم ایسے بھی ہیں جن کی کئی کئی عبارتیں غائب ہیں، مثلاً امام طحاویؒ کے ترجمہ میں پوری ایک سطر غائب ہے، اسی طرح بعض جگہ ایک ترجمہ کی عبارت دوسرے ترجمہ میں درج کردی گئی ہے، مثلاً براء بن عبداللہ بن یزید غنوی کے ترجمہ کی سات سطروں پر مشتمل عبارت براء بن یزید غنوی کے ترجمہ میں درج کی گئی ہے، کہیں پر ایسا کیا گیا

کہ دو مستقل علیحدہ تراجم ذکر کیے گئے، حالانکہ وہ دونوں ایک شخص کے تراجم ہیں، علاوہ ازیں خود اس ایڈیشن کے محقق سے بھی کئی مقامات پر لغزشیں ہوئی ہیں۔ مگر ان تمام غلطیوں کے باوجود اس نسخہ نے بعد کے محققین کے لئے مشعلِ راہ کا کام کیا ہے، بعد میں جن حضرات نے اس کتاب پر تحقیقی کام کیا، انہوں نے اس نسخہ میں موجود تعلیقات سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، اور انہوں نے بعض ایسے دقیق غوامض اس نسخہ کی مدد سے حل کیے ہیں، جو بآسانی حل ہونے والے نہ تھے، چنانچہ شیخ عبدالرحمن مرعشلی کہتے ہیں: ''وهذه المطبوعة رغم كل عيوبها ،وأخطائها الكثيرة شكلت المرجع الأول للباحثين والدارسين في مطلع القرن العشرين،بذل فيها ناشروها الجهد العظيم في ذاك الزمن، حيث لم ينشط بعدُ عالم الطباعة والنشر مما نحده الآن من مراجع ومصادر مطبوعة ،ووفرت للباحثين سبل التحقيق ،وقد أبقينا معظم تعليقات محققها لما فيه من فائدة'' (فتح المنان بمقدمة لسان الميزان:ص ۵۱۰) .

دوسرا نسخہ شیخ علی محمد معوذ اور شیخ عادل احمد عبدالموجود کی تحقیق کے ساتھ ہے، ان حضرات نے شیخ عبدالفتاح ابو سنہ کی زیر نگرانی تحقیقی و تعلیقی کام کیا ہے، یہ نسخہ بیروت سے ''دار الكتب العلمية'' نے چھاپا ہے، جو سات جلدوں پر مشتمل ہے، ان حضرات نے اس نسخہ کی تیاری میں ''لسان الميزان'' کے تین مخطوطوں اور ہندوستانی ایڈیشن کو پیش نظر رکھا۔ تین مخطوطوں میں سے ایک وہ ہے، جو استنبول کے ''مكتبة أحمد الثالث'' میں محفوظ ہے، یہ مخطوطہ تین جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد تین سو چوالیس (۳۴۴) صفحات پر مشتمل ہے، جس میں سے صفحہ دو سو پینتالیس (۲۴۵) سے لے کر تین سو چوالیس (۳۴۴) تک کے صفحات غائب ہیں، نیز بعض صفحات کے نمبر بھی بے ترتیب ہیں، مثلاً صفحہ پینتالیس (۴۵) کو صفحہ تین (۳) کی جگہ ہونا چاہئے تھا، مگر اس پر پینتالیس (۴۵) نمبر لگایا گیا، اسی طرح بعض صفحات اس میں مکرر ہیں مثلاً صفحہ چوراسی (۸۴) اور پچاسی (۸۵)۔ دوسری جلد دو سو اٹھانوے (۲۹۸) صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں بھی تین صفحات باسٹھ (٦۲)، ایک سو انیس (۱۱۹) اور دو سو چوالیس (۲۴۴) غائب ہیں، نیز کچھ صفحات مکرر بھی ہیں جیسے انہتر (٦۹) تیسری جلد تین سو اٹھائیس (۳۲۸) صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں بھی کافی خرابیاں ہیں، بعض صفحات میں عبارتیں مٹی ہوئی ہیں، کچھ صفحات میں سوراخ ہیں، اسی طرح بعض صفحات مکرر ہیں..... اس مخطوطہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے انہوں نے ''أ'' کا رمز استعمال کیا ہے۔ دوسرا مخطوطہ وہ ہے، جو ''مكتبة الأزهر العامرة'' میں محفوظ ہے، اس مخطوطہ کی صرف جلد اول موجود ہے، اس کی طرف ان حضرات نے ''ب'' کے رمز سے اشارہ کیا ہے۔ تیسرا مخطوطہ وہ ہے، جو استنبول کے ''مكتبة لاله لي'' میں محفوظ ہے، اس کی بھی صرف ایک ہی جلد موجود ہے، اس کی طرف ''ج'' کے رمز سے اشارہ کیا گیا ہے۔ جب کہ ہندوستانی ایڈیشن کی طرف ''ط'' کے رمز سے اشارہ کیا گیا ہے، محققین حضرات نے نسخوں کے درمیان تقابل اور

حاشیہ میں ان کے درمیان اظہارِ فرق کے علاوہ کتاب پر درج ذیل تحقیقی کام کیا ہے، (۱) احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ (۲) مترجم کے حالات جن کتابوں میں مذکور ہیں، ان کے حوالے دیئے گئے ہیں، (۳) بعض غریب الفاظ کے حل کے لئے مفید تعلیقات کا اہتمام گیا ہے (۴) مصنفؒ نے جن موضوعات کی طرف اشارہ کیا ہے، ان پر مفید تعلیقات لکھی گئی ہیں (۵) تراجم پر نمبر لگائے گئے ہیں، مگر ''میزان الاعتدال'' کے تراجم پر امتیاز کے لئے ان نمبروں کو دو بریکٹوں [ ] کے درمیان ظاہر کیا گیا ہے۔ (۶) تراجم اور اکثر احادیث پر اعراب لگانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ (۷) ''تجرید'' میں ''میزان الاعتدال'' کے نمبر لگائے گئے ہیں، تاکہ ''میزان'' میں ان تراجم کی تلاش میں مشکل پیش نہ آئے۔ (۸) کتاب کے شروع میں محققین حضرات نے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے، جس میں انہوں نے مصطلحات حدیث، علم جرح وتعدیل اور حافظ ابن حجرؒ کے حالات زندگی پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ علاوہ ازیں ''لسان المیزان'' کا ایک جدید ایڈیشن شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کی تحقیق کے ساتھ بھی چھپا ہے، مگر بدقسمتی سے کافی تلاش کے باوجود وہ ہمیں دستیاب نہ ہوسکا۔ تیسرا نسخہ شیخ محمد عبدالرحمن مرعشلی (ایم اے ان اسلامک اسٹڈیز) کی تقدیم وتحقیق کے ساتھ ہے۔ اس نسخہ کی تیاری میں انہوں نے ترکی کے ''مکتبۃ أحمد الثالث'' میں موجود ''لسان المیزان'' کے مخطوطہ پر اعتماد کیا ہے، جو تین جلدوں پر مشتمل ہے، اس مخطوطہ کی طرف انہوں نے ''المخطوطۃ'' کے ساتھ اشارہ کیا ہے، البتہ پہلی جلد کے سو صفحات چونکہ غائب ہیں، اس لئے انہوں نے ان صفحات کے لئے ''دار الکتب المصریۃ'' میں موجود مخطوطہ کو پیش نظر رکھا، یہ مخطوطہ ہندوستان کے شہر حیدرآباد سے چھپ چکا ہے، اس کی طرف انہوں نے ''ك'' کے رمز کے ساتھ اشارہ کیا ہے، اور ''میزان الاعتدال'' کا القاہرہ والا مخطوطہ بھی انہوں نے پیش نظر رکھا ہے اس کی طرف وہ ''ص'' کے رمز کے ساتھ اشارہ کرتے ہیں........ یہ نسخہ بیروت سے ''دار إحیاء التراث العربي'' نے چھاپا ہے اور یہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ہے، یہ نسخہ کل نو (۹) جلدوں پر مشتمل ہے، طویل مقدمہ پر مشتمل ایک ضخیم جلد ان کے علاوہ ہے، اس نسخہ میں شیخ مرعشلی نے جو تحقیقی کام کیا ہے، وہ درج ذیل ہے۔

(۱) کتاب کے شروع میں ایک نہایت طویل اور وقیع مقدمہ ہے، جو ایک مکمل جلد کو گھیرے ہوئے ہے، یہ جلد فہرست سمیت پانچ سو تریسٹھ (۵۶۳) صفحات پر مشتمل ہے، یہ مقدمہ حافظ ابن حجرؒ کی مکمل سوانح حیات اور ''لسان المیزان'' کی اہمیت اور تحقیقی مطالعے کے نتائج پر مشتمل ہے، علاوہ ازیں محقق نے اس مقدمہ میں علم اسناد، اس کی اہمیت، علم جرح وتعدیل کی لغوی واصطلاحی تعریف، اس کی اہمیت واسبابِ ارتقاء، ائمہ جرح وتعدیل اور ان کی کتابوں کے تعارف، اصولِ جرح وتعدیل، جارح ومعدّل کے آداب، جرح وتعدیل کے الفاظ، ان کے مراتب، قبولِ جرح وتعدیل کے شروط اور اس علم سے متعلق دیگر نہایت مفید مباحث پر انتہائی مبسوط اور مفصل انداز سے کلام بھی کیا ہے، اللہ تعالیٰ محقق کو جزائے خیر دے، انہوں نے مقدمہ میں اس علم سے متعلق سینکڑوں کتب میں پھیلے ہوئے

تمام مفید مباحث انتہائی عمدہ ترتیب کے ساتھ ایک جگہ جمع کردیے ہیں، یہ اپنی نوعیت کی ایک عمدہ کوشش ہے۔
(۲) کتاب میں از اول تا آخر ہر ترجمہ کے سامنے سلسلہ وار نمبر لگائے گئے ہیں اور اگر کہیں کوئی ترجمہ ساقط ہوگیا ہو تو وہاں مستقل نمبر نہیں لگایا گیا بلکہ سابقہ ترجمہ کا نمبر ہی لگایا گیا ہے، مگر اس کے ساتھ حرف ''م'' کا رمز بھی لگایا گیا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نمبر مکرر ہے، اسی طرح بعض مقامات پر ایک ترجمہ کے سامنے دو نمبر لگائے گئے ہیں، جس سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ مصنفؒ نے اس ترجمہ کو دو تراجم قرار دے کر علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے غلطی کی ہے، کیونکہ یہ ایک ہی ترجمہ ہے، لہٰذا اسے ایک ہی عنوان کے تحت اکٹھے ذکر کرنا چاہئے تھا۔
(۳) جہاں کہیں نسخوں میں اختلاف موجود ہو تو اسے صفحہ کے پہلے حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ (۴) جن مصادر ومراجع میں راوی کے حالات مذکور ہیں، شائقین تحقیق کے لئے دوسرے حاشیہ میں ان کے مکمل حوالے دیے گئے ہیں، نیز مصادر ومراجع کی کثرت اور کتابوں کے ناموں میں مشابہت اور یکسانیت کے باعث ہر کتاب کے سامنے اس کے مؤلف کا نام بھی لکھا گیا ہے، تاکہ قاری کو اشتباہ نہ ہو، مثلاً ''الکامل'' نام کی تین کتابیں ہیں، ایک ''الكامل في التاريخ'' ہے، جو ابن اثیر کی ہے، دوسری ''الكامل في اللغة و الأدب'' ہے، جو مبرد کی ہے اور تیسری ''الكامل في الضعفاء'' ہے، جو ابن عدیؒ کی ہے، اسی طرح ''المغني'' کے نام سے بھی کئی کتب ہیں، جیسے ''المغني في الضعفاء''، یہ امام ذہبیؒ کی کتاب ہے، علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ کی بھی اس نام سے فقہ میں ایک کتاب ہے، اسی طرح ''المؤتلف والمختلف'' کے نام سے بھی تین کتابیں ہیں، ایک خطیب بغدادیؒ کی ہے، ایک امام دارقطنیؒ کی ہے اور ایک امام آمدیؒ کی ہے، غرض اس طرح کی دسیوں کتابیں ہیں، جو ایک ہی نام کے ساتھ موسوم ہیں، مگر ان کے مصنفین علیحدہ علیحدہ ہیں، محقق کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے قاری کو اشتباہ سے بچانے کے لئے ہر کتاب کے سامنے اس کے مؤلف کا نام لکھ دیا ہے۔ (۵) کتاب میں جن ائمہ جرح وتعدیل کا تذکرہ آیا ہے، ان کا تعارف ذکر کیا گیا ہے، البتہ یہ تعارف کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ (۶) کتاب میں مذکور جرح وتعدیل کے اہم کلمات کی مقدمۂ کتاب میں وضاحت کی گئی ہے۔ (۷) مبہم انساب کا تعارف کیا گیا ہے۔ (۸) آیات قرآنیہ کی تخریج کی گئی ہے۔ (۹) کتاب میں مذکور احادیث کی تخریج کا اہتمام کیا گیا ہے، سوائے ان احادیث کے جو جرح وتعدیل کی کتب (جیسے ابن عدیؒ کی ''الکامل'' وغیرہ) میں مذکور ہیں۔ (۱۰) غریب الفاظ، اعلام، انساب، اماکن، بلدان پر حرکات وسکنات لگانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ (۱۱) کتاب میں مذکور مصادر ومراجع کے ناموں کو سیاہ رنگ کے ساتھ نمایاں اور قدرے بڑا کر کے لکھا گیا ہے، بالفاظ دیگر کتابوں کے ناموں کے لئے بڑا فاؤنٹ استعمال کیا گیا ہے۔ (۱۲) حافظ ابن حجرؒ نے کتاب میں جو رموز لگائے ہیں، انہیں اپنی جگہ برقرار رکھا گیا ہے۔
(۱۳) کتاب کے آخر میں متنوع علمی فہرستیں بھی دی گئی ہیں، جن کی وجہ سے تراجم کی تلاش انتہائی آسان ہوگئی ہے۔☆